Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 25th Feb, 2024 | Accepted: 11th June, 2024 | Available Online: 30th June, 2024
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v16i01.389

پی ایچ ڈی کی سطح پر پاکستانی جامعات میں آپ بیتی پر محررہ مقالات کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

A Critical and Research Review of Written Thesis on Autobiography at PhD Level in Pakistani Universities

DR. REHMAN SARWAR BAJWA
Lecturer Urdu, Islamia University, Bahawalpur, Pakistan
(rahmansbajwa@hotmail.com)

ABSTRACT In universities, research on Autobiography has not only clarified the general requirements of this genre but also made it much easier to determine the boundaries and restrictions of this sort. Initial research in universities was limited to the intellectual and technical examination of Autobiographies. A reader takes interest in the genre of Autobiography not only because of his attachment to the personality of Autobiography, but also because of the political, social, cultural and cultural elements of the era of Autobiography. The Article examines the Thesis, written in Pakistani universities on Urdu Autobiography at the PhD level so that the techniques and tradition of Autobiography can be further improved.

Keywords Pakistani Writers, Urdu Literature, Selective Autobiographies, Memoirs, Pakistani Universities, Research Thesis, PhD Urdu, Political, historical and Cultural awareness.

پاکستانی جامعات میں مجموعی طور پر اردو زبان و ادب پر تحقیق کا کام حوصلہ افزا ہے اور اس تحقیق کی بدولت اردو سرمایے میں گراں مایہ اضافہ ہوا ہے، لیکن بنیادی بات یہ کہ تحقیق کے مسائل پر توجہ دینے کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ ہماری جامعات میں ہونے والی تحقیق کی خوبیوں اور خامیوں کا بہتر طور سے اندازہ نہیں لگایا جاتا اور نہ ہی تحقیق میں نئی جہتوں کی تلاش کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ ہمارے محقق ایک روایتی ڈگر پر ہی چلتے نظر آتے ہیں۔ مختلف جامعات میں جو تحقیقی کام ہو رہا ہے، اس سے دیگر جامعات کے اساتذہ و طلبہ کو باخبر ہونا چاہیے۔ اسی طرح جامعات میں تحقیقی موضوعات میں پائی جانے والی تکرار سے بچا جا سکتا ہے۔ پاکستان کی جامعات میں پی ایچ ڈی کی سطح پر، آپ بیتی کی صنف پر اب تک جتنے مقالات لکھے گئے ہیں ان میں سے چند مقالات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ذیل میں لیا گیا ہے۔

محمد صفدر رانا نے ڈاکٹر روبینہ ترین کی نگرانی میں ۲۰۰۳ء میں بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے، "اردو شعراء و ادباء کی خود نوشتیں ۱۹۹۰ء تک۔ تحقیق و تنقید کی روشنی میں" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ محمد صفدر اس سے پہلے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کی سطح پر ڈاکٹر طاہر تونسوی کی نگرانی میں "اردو آپ بیتی کی تاریخ آغاز سے ۱۹۴۷ء تک" کے عنوان سے مقالہ لکھ

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

چکے تھے۔ محمد صفدر رانا نے اپنے پی ایچ ڈی مقالے کے پہلے باب میں آپ بیتی کے فنی مباحث کو بیان کیا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک آپ بیتی محض شخصیت کے اظہار کا نام نہیں بلکہ اس میں سماج کی شراکت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ محقق نے تاریخ، سوانح اور خود نوشت کے مابین امتیازات پر پہلے باب میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اپنی ذات کے حوالے سے سچ لکھنے کے نفسیاتی اور سماجی تقاضوں پر قلم اٹھاتے ہوئے لکھا ہے:

> "کسی شخص کی سچی، غیر جانب دار، بے لاگ اور ظاہر و باطن کی مکمل تصویر اس صورت میں پیش کی جا سکتی ہے جب اس کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ افعال کو بلا امتیاز معرض تحریر میں لایا جائے۔ مغرب میں مذہب کو فرد کا انفرادی معاملہ قرار دیتے ہوئے شاید یہ بات ممکن ہو لیکن ہمارے ہاں مسلمانوں میں اس تصور کو قبول نہیں کیا گیا بلکہ ذات کے بارے میں بعض انکشافات سماجی، اخلاقی اور مذہبی نقطہ نظر سے قابل اعتراض گردانے جاتے ہیں اور یہی وہ بنیادی وجوہات ہیں جو بعض اوقات شخصیت کے بعض کمزور پہلوؤں کو چھپانے پر مجبور کرتی ہیں۔"(۱)

محمد صفدر رانا نے پہلے باب میں خود نوشت کی تاریخی، تہذیبی، اخلاقی، نفسیاتی وادبی اہمیت پر بھی تحریر کیا ہے اور آپ بیتی کی ابتدائی صورتیں جیسے خطوط، روزنامچے، سفر نامے، سرگزشتیں، روپور تاژ، انٹرویو اور مثنویوں کے ان عناصر کی نشاندہی کی ہے جو خود نوشت کی صنف اور فن میں مماثلت رکھتے ہیں اور یہ واضح کیا ہے کہ ہر صنف تکنیک کے اعتبار سے دوسری اصناف سے مختلف ہے۔ محمد صفدر رانا نے اپنی تحقیق کے دوسرے باب میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں آپ بیتی کے نقوش کو مختلف اصناف کے حوالے سے دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تیسرے باب میں تقسیم سے قبل اردو شعراء اور ادباء کی خود نوشتوں کا تہذیبی و معاشرتی تناظر میں جائزہ لیا ہے۔ ان خود نوشتوں میں ابوالکلام آزاد، عبدالغفور نساخ، حسرت موہانی، ظہیر دہلوی، حکیم احمد شجاع، خواجہ حسن نظامی، افضل حق اور شوکت تھانوی کی خود نوشتیں شامل ہیں۔ چوتھے باب میں صفدر رانا نے ۱۹۴۷ء سے نوے کی دہائی تک خود نوشتوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان خود نوشتوں کی تعداد دو درجن کے قریب ہے جن میں سے سات خود نوشتوں کے مصنفین کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ آخری باب میں محقق نے اپنے مقالے کی تلخیص بیان کی ہے اور خود نوشت کے فن کو مزید بہتر بنانے کے لئے سفارشات مرتب کی ہیں۔ محقق کا کہنا ہے کہ خود نوشت کے مصنف کو احساس تفاخر سے بچنا چاہیے اور خود نوشت میں من گھڑت اور محیر العقول واقعات کو بیان کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ محقق کے لیے یہ بات باعث اطمینان ہے کہ فی الوقت خود نوشت کی صنف میں ماضی کے مقابلے میں زیادہ توجہ دی جانے لگی ہے۔ موجودہ دور میں جو خود نوشتیں لکھی جا رہی ہے ان کے پڑھنے سے نا صرف مصنفین کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے بلکہ ان کے ادوار سے بھی آگاہی ہوتی ہے۔ صفدر رانا کے بقول خود نوشت ادبیت سے عاری نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> "سوائے احسان دانش اور وزیر آغا کے دیگر خود نوشت نگاروں نے تحلیل باطن کے فقدان اور معروضی واقعات زندگی اور مصنوعی تاثرات و تصورات کے درمیان جمالیاتی فاصلے کو قائم نہ رکھ سکنے کی کمزوری کو تاریخی عناصر یا افسانوی اسالیب کے پردے میں چھپانے کی کاوش کی ہے۔"(۲)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

صفدر رانا کی تحقیق کا موضوع ۱۹۹۰ء تک کی طبع زاد خود نوشتوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ تھا۔ لیکن انہوں نے آخری باب میں ان خود نوشتوں کا بھی مختصر احوال بیان کیا ہے جو ۱۹۹۰ء کے بعد شائع ہوئیں۔

پی ایچ ڈی کی سطح پر دوسرا اہم کام سلمان علی کا آتا ہے۔ جنہوں نے ۲۰۰۶ء قرطبہ یونیورسٹی جامعہ پشاور سے ڈاکٹر صابر کلوروی کی نگرانی میں "اردو کی منتخب خود نوشت سوانح عمریوں کا مطالعہ (خرق عادات واقعات کے خصوصی حوالے سے)" کے عنوان سے مقالہ لکھا۔ یہ مقالہ آٹھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں محقق نے خرق عادات واقعات کی ماہیت و نوعیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ انسانی زندگی میں ہونے والے معجزات خرق عادات واقعات میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ معجزات بغیر ظاہری اسباب کے وجود میں آتے ہیں لیکن ان کا وجود میں آنا، تحقیق کے در کھولنے میں اہم سبب بنتا ہے۔ علم نفسیات بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ سلمان علی آپ بیتی کی صنف کے متعلق لکھتے ہیں:

> "تخلیقی اعتبار سے آپ بیتی کا عنصر تمام اصناف ادب میں موجود ہے۔ جن میں شاعری، افسانوی و غیر افسانوی ادب شامل ہیں۔ اس کے باوجود افسانوی و غیر افسانوی ادب نیز شاعری میں اگر مصنف کی ذات جلوہ گر ہو تو بھی اسے فنی و تکنیکی اعتبار سے خود نوشت سوانح عمری نہیں کہا جائے گا تاہم انہیں آپ بیتی کی مختلف شکلیں قرار دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔"(۳)

سلمان علی کے نزدیک معین الدین عقیل کی تحقیق کی روشنی میں اولین نسوانی خود نوشت شہر بانو بیگم کی "بیتی کہانی" ہے اور ابتدائی مردانہ خود نوشت ڈاکٹر سلیم مروت کی تحقیق کی روشنی میں "سیتارام" ہے۔

> "ڈاکٹر صاحب (طارق سلیم مروت) کی تحقیق اگرچہ قیاس پر مبنی ہے مگر ہے ٹھوس بنیادوں پر استوار۔ دوسری بات یہ کہ انھوں نے ایک اچھے محقق کی طرح دعویٰ نہیں کیا ہے جس سے ان کے قیاس کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا ہے اور ان کے نتائج اور حقائق کی اہمیت سے فی الوقت انکار کی گنجائش ممکن نہیں۔"(۴)

فنی اعتبار سے خود نوشت کا جائزہ لیتے ہوئے محقق نے ڈاکٹر وہاج الدین علوی کی خود نوشت سے متعلق سفارشات کو اپنی تحقیق میں حوالہ بنایا ہے۔ سلمان علی نے ڈاکٹر سید عبداللہ کی آپ بیتی سے متعلق اس رائے کو کہ "سوانح عمری لکھ کر بھی ضروری نہیں کہ کوئی شخص آپ بیتی لکھ سکے۔"(۵) کا نفسیاتی طور پر تجزیہ کیا ہے اور سید عبداللہ کی اس رائے کو حق بجانب ٹھہرایا ہے۔ محقق نے دوسرے باب میں اولیاء، فقرا اور مزارات کے حوالے سے مافوق الفطرت کرداروں اور واقعات کی نشاندہی کی ہے۔ مصنف کے بقول ان واقعات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ان واقعات سے نہ صرف مصنف کی ذات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ ان واقعات سے مخصوص دور کا مطالعہ بھی کیا جاتا ہے۔ محقق نے ان واقعات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ اولیاء و فقرا کی کرامات کا تعلق روحانیت اور معرفت خداوندی سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک فنی چیز ہے اور مخصوص ریاضتوں اور کوششوں سے ہر شخص بلا تمیز مذہب و ملت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ فن خیال کے ارتکاز سے متعلق ہے اور اسی فن سے ٹیلی پیتھی اور ہپناٹزم جیسے علوم کی راہ ہموار ہوئی ہے۔ ہماری خود نوشتوں نے زیب

داستان کے لئے بھی ان خرق عادات واقعات کو بیان کر دیا ہے تا کہ قاری کی توجہ حاصل کی جا سکے۔ محقق لکھتا ہے:

" انسان کی لالچ، ہوس پرستی اور خواہشات نے در حقیقت ضعیف الاعتقادی کے وجود کو پنپنے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔"(۶)

تیسرے باب میں خود نوشتوں میں بیان ہونے والے پر اسرار خوابوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن کے بارے میں دعوی کیا جاتا ہے کہ یہ خواب سچے ثابت ہوئے ہیں۔ محقق نے ان خوابوں کا دینی اور نفسیاتی حوالے سے جائزہ لیا ہے اور خوابوں کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ محقق کے نزدیک زیادہ تر خود نوشت نگاروں نے خواب کے حوالے سے محض افراط و تفریط کا مظاہرہ کیا ہے۔ لیکن ان کے خوابوں سے انسانی لاشعور تک رسائی حاصل ہوتی ہے اور انسانی شخصیت میں چھپے ہوئے گوشے نمایاں ہوتے ہیں چوتھے باب میں محقق نے مختلف خود نوشتوں میں محیر العقول واقعات و روایات کو بیان کرنے کے بعد ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ مذہبی اور نفسیاتی حوالے سے لیا ہے۔ ان محیر العقول واقعات کے پیچھے بھی ضعیف الاعتقادی کو قرار دیا ہے۔ اور اس مسئلے کا قرآن پاک کی ان آیات کے حوالے سے حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں انسانوں کو غور و فکر اور تدبر سے کام لینے کا درس دیا گیا ہے۔ محقق نے اسی طرح پانچویں باب میں خود نوشتوں میں بیان ہونے والی سنسنی خیز پیشین گوئیوں، چھٹے باب میں مافوق الفطرت کرداروں جیسے ارواح اور جنوں کے بارے میں واقعات اور ساتویں باب میں متفرق حیرت انگیز واقعات کا ذکر کر کے تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ آخری باب میں محقق نے اپنی تحقیق کا نتیجہ اخذ کیا ہے۔ محقق نے یہ تحقیقی نتائج کم و بیش پچاس خود نوشتوں سے دو سو کے قریب انتخاب کردہ واقعات کی روشنی میں اخذ کیے ہیں۔ سلمان علی کے نزدیک ان خود نوشتوں میں خرق عادات واقعات کا بیان کرنے کی وجہ انسان کے نفسیاتی محرکات ہیں جیسے کہ ان واقعات کا بیان حظ آفرینی کا باعث بنتے ہیں۔ مزید انسان کی تشنہ آرزوؤں کی تکمیل ممکن ہوتی ہے اور مافوق الفطرت طاقتوں پر انسانی فتح کے لئے ایک طرح سے رہنمائی میسر آتی ہے۔ ہمارے ادب نے چونکہ داستانوں اور مثنویوں سے ارتقاء حاصل کیا ہے اور ان دونوں اصناف میں مافوق الفطرت واقعات کا بیان ہونا معمولی بات ہے، لہذا اس کے اثرات بھی خود نوشتوں پر پڑے ہیں۔ ان محیر العقول واقعات اور روایات کے پیچھے ہماری ضعیف الاعتقادی بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ مزید نرگسیت کا عنصر بھی ایسے واقعات کے بیان کرنے کے پیچھے بطور محرک، کردار ادا کرتا ہے کہ انسان اپنی ذات کی تشہیر کرنے لگتا ہے۔ غرض محقق نے اپنی تحقیق میں خرق عادات واقعات کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے اور ان چیزوں کے بیان کو سماج کی ترقی میں رکاوٹ سمجھا ہے۔

اطہر قسیم نے نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل)، اسلام آباد سے ۲۰۰۷ء میں ڈاکٹر محمد آفتاب احمد کی نگرانی میں، "اردو ادب کی آپ بیتیاں۔ تحقیقی و تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے ڈاکٹریٹ کا مقالہ لکھا۔ مقالہ نگار نے پہلے باب میں آپ بیتی کی روایت کو انگریزی، عربی، فارسی اور اردو زبان میں بیان کرتے ہوئے نیز اس صنف کے فن، اسلوب اور تکنیک کا جائزہ مختلف ماہرین و ناقدین کی آراء سے لیتے ہوئے آپ بیتی کی صنف کو واضح کیا ہے۔ آپ بیتی کے فنی مباحث کے بیان میں مقالہ نگار کا یہ انداز انہیں دیگر مقالہ نگاروں سے منفرد بناتا ہے۔ مقالہ نگار کے نزدیک سوانحی ادب تین عناصر تاریخ، فرد اور کہانی پر اپنا وجود رکھتا ہے۔ ان عناصر کی موجودگی سے سوانح عمری ایک دلچسپ اور عمدہ دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

"سوانحی ادب در حقیقت تین بنیادی عناصر پر مشتمل ہے۔ تاریخ، فرد اور کہانی۔ کسی بھی سوانح عمری میں اگر یہ تینوں عناصر ایک خاص تناسب کے ساتھ موجود ہوں تو وہ ایک دلچسپ اور مضبوط سوانح گردانی جائے گی، بصورت دیگر اسے کمزور اور غیر دلچسپ تصور کیا جائے گا۔"(۷)

اس طرح مقالہ نگار کا آپ بیتی کے فن سے متعلق نقطہ نظر علم الدین سالک، ڈاکٹر وہاج علوی، ڈاکٹر عبد القیوم اور ڈاکٹر سید شاہ علی سے ملتا ہے جو آپ بیتی میں تاریخی و معاشرتی کشمکش کے اظہار کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔ مقالہ نگار نے دوسرے باب میں آپ بیتی کے ابتدائی دور کا تذکرہ کیا ہے اور اولین آپ بیتی کے حوالے سے تحقیقی بحث کو شامل کیا ہے۔ اطہر قسیم نے تقسیم ہند سے قبل لکھی جانے والی اہم آپ بیتیوں کا سیاسی سماجی پس منظر میں مطالعہ کیا ہے۔ اس باب میں اطہر قسیم نے میر تقی میر کی آپ بیتی "ذکر میر" اور واجد علی شاہ کی آپ بیتی، "پری خانہ" کا سیاسی، سماجی و ادبی حوالے سے تجزیہ کیا ہے۔ اطہر قسیم نے اردو زبان میں لکھی گئی پہلی آپ بیتی علم الدین سالک اور عبد المجید قریشی کی تحقیق کی روشنی میں نواب صدیق حسین خان کی آپ بیتی، "البقا المنن بالقاالمنن" (۱۸۸۵ء) کو اولین آپ بیتی قرار دیا ہے۔ خواتین کی اولین آپ بیتی معین الدین عقیل کی تحقیق کی روشنی میں شہر بانو بیگم کی, "بیتی کہانی" کو قرار دیا ہے۔ حیرت ہے کہ مردوں کی اولین آپ بیتی کے حوالے سے مقالہ نگار نے معین الدین عقیل کی تحقیق کو بغیر کسی وجہ کے وقعت نہیں دی۔ کیونکہ معین الدین عقیل نے اردو کی اولین خود نوشت طیب جی بھائی میاں کی سوانح "حاجی الحرمین شرفین ملا طیت علی بن بھائی میاں، بقلم خود (۱۸۶۲ء)" کو قرار دیتے ہیں۔ مقالہ نگار نے ادبی حوالے سے پہلی آپ بیتی عبد الغفور نساخ کی۔ "حیات نساخ" کو قرار دیا ہے۔ اس باب میں منتخب آپ بیتیاں کم و بیش وہی ہیں جو ڈاکٹر نوشاد عالم نے اپنی تصنیف "اردو خود نوشت سوانح حیات۔ آزادی کے بعد" میں بیان کی ہیں۔ مقالے کے تیسرے باب میں اطہر قسیم نے بیسویں صدی میں لکھی جانے والی اہم آپ بیتیوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان آپ بیتیوں میں اہم آپ بیتیاں عبد المجید سالک کی "سرگزشت"، اعجاز حسین کی "میری دنیا"، یوسف حسین خان کی "یادوں کی دنیا"، جوش ملیح آبادی کی "یادوں کی بارات"، احسان دانش کی "جہان دانش"، مرزا ادیب کی "مٹی کا دیا"، قدرت اللہ شہاب کی "شہاب نامہ"، ڈاکٹر وزیر آغا کی "شام کی منڈیر سے"، اختر حسین رائے پوری کی "گرد راہ" شامل ہیں۔ چوتھے باب میں خواتین کی آپ بیتیوں کو تحقیقی و تنقیدی نگاہ کا مرکز بنایا ہے۔ ہندوستانی خواتین آپ بیتی نگاروں کی آپ بیتیوں کا عمومی طور پر جائزہ لیا ہے جب کہ پاکستانی خواتین آپ بیتی نگاروں حمیدہ اختر، کشور ناہید، ادا جعفری وغیرہ کی آپ بیتیوں کا خصوصی جائزہ لے کر ان کے اسلوب، ادبی رجحانات اور انداز فکر کے متعلق قاری کو معلومات دی ہیں۔ پانچویں باب میں محقق نے بیسویں صدی میں اردو ادب میں دیگر مقبول عام ہونے والی آپ بیتیوں جیسے اعمال نامہ (سر رضا علی)، ناقابل فراموش (دیوان سنگھ مفتون)، در دل کشا (شیخ منظور الہی)، یاد عہد رفتہ (عبادت بریلوی)، اس آباد خرابے میں (اختر الایمان) اور چراغوں کا دھواں (انتظار حسین) وغیرہ کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ پیش کیا ہے۔ اسی باب میں محقق نے ڈاکٹر وزیر آغا کی آپ بیتی، "آدھی صدی کے بعد"، اور حمایت علی شاعر کی آپ بیتی، "آئینہ در آئینہ" کا بھی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ کیا ہے۔ چھٹے باب میں محقق نے اکیسویں صدی میں تحریر کی جانے والی چند اہم آپ بیتیوں کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لیا ہے جس میں ڈاکٹر رشید امجد کی "تمنا بیتاب"، ڈاکٹر جاوید اقبال کی "اپنا گریباں چاک"، ڈاکٹر سلیم اختر کی "نشان جگر سوختہ" وغیرہ شامل ہیں۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

ڈاکٹر اطہر قسیم کی اس تحقیق کو جانچنے اور پرکھنے کے مرحلے میں احساس ہوا کہ ڈاکٹر اطہر قسیم اور ہندوستان سے ڈاکٹر نوشاد عالم کے آپ بیتیوں پر تحقیقی کام میں یکسانیت ہے۔ڈاکٹر اطہر قسیم کا موقف ہے کہ

> "میں نے پی ایچ ڈی کی سطح پر اپنے کام کا آغاز ۲۰۰۲ء میں کر دیا تھا اور اپنا تحقیقی کام ۲۰۰۵ء میں مکمل کر چکا تھا لیکن اپنی تحقیق کا دفاع جامعہ میں سندی تحقیق میں درپیش مشکلات کی وجہ سے ۲۰۰۷ء میں کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔"(۸)

ڈاکٹر اطہر قسیم کے پی ایچ ڈی کے مقالے پر بھی جون ۲۰۰۷ء کا وقت تحریر ہے۔(۹) ڈاکٹر محمد نوشاد عالم کا پی ایچ ڈی پر کام پاکستانی اردو ناولوں پر ہے، انہوں نے ایم فل کی سطح پر آپ بیتیوں پر کام ڈاکٹر مظہر حسین کی نگرانی میں، جواہر لال یونی ورسٹی سے کیا اور اُن کے مقالے کا عنوان "اردو میں ادباء و شعراء کی خود نوشت سوانح ۱۹۸۰ء کے بعد" تھا۔ ڈاکٹر نوشاد عالم نے اپنے ایم فل کا دفاع ۲۰۰۵ء میں کیا۔ جس کا حوالہ انہوں نے اپنی تصنیف "اردو میں ادباء و شعراء کی خود نوشت سوانح ۱۹۸۰ء کے بعد" (مطبوعہ ۲۰۱۱ء) کے پاورق میں دیا ہے۔(۱۰) شاہانہ مریم شان نے بھی اپنی تصنیف "ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں اردو تحقیق" میں ڈاکٹر نوشاد عالم کی ایم فل کے مقالے کے دفاع کا وقت ۲۰۰۵ء ہی تحریر کیا ہے۔(۱۱) تاہم ڈاکٹر نوشاد عالم کی ایم فل سطح پر تحقیق کا عنوان اور ان کی مطبوعہ تصنیف کا عنوان دونوں مختلف نوعیت کے تحقیقی کام کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر نوشاد عالم کا موقف یہ ہے کہ

> "میرا پی ایچ ڈی کا ٹائیٹل پاکستانی ناول کے اوپر ہی ہے لیکن ایم فل کا ٹائیٹل آپ بیتی کے اوپر تھا، جسے بعد میں کتابی شکل میں ٹائیٹل میں تبدیلی کے بعد پبلش کرایا"(۱۲)

دونوں محققین کے مماثل تحقیقی کام کو واضح کرنے کی غرض سے ان دونوں محققین کی تحریر سے کچھ حوالے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر اطہر قسیم اور ڈاکٹر نوشاد عالم کی تحقیق کو پڑھنے کے بعد ایک قاری اچھی طرح اندازہ کر سکتا ہے کہ ڈاکٹر اطہر قسیم نے اپنے مقالے میں جو تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا ہے وہ کسی قدر مفصل ہے اور جامع ہے جبکہ نوشاد عالم کی تصنیف میں دی جانے والی معلومات سرسری نوعیت کی ہیں۔

تحقیق از ڈاکٹر اطہر قسیم	تحقیق از ڈاکٹر نوشاد عالم
۱۔ انکشاف ذات کا رجحان ہمیشہ سے انسانی فطرت کا حصہ رہا ہے۔ اپنی ذات کے بارے میں اظہار خیال کرنا اور اپنے تجربات میں دوسروں کو شریک کرنے کا سلسلہ بہت قدیم ہے۔(ص:xii)	۱۔ انکشاف ذات کا رجحان انسانی فطرت میں شامل ہے۔ اپنی ذات کے بارے میں اظہار خیال کرنا اور اپنے تجربات و مشاہدات میں دوسروں کو شامل کرنے کا رواج ہمیشہ رہا ہے۔ (ص:۶)
۲۔ کسی معروف شخص کا اپنی شخصیت کو تحریری انداز میں اس طرح منظر عام پر لانا کہ وہ اپنی فطرت اور سیرت کا کوئی پہلو	۲۔ کسی بھی مشہور و معروف شخص کا اپنی ذات اور شخصیت کو تحریری شکل میں اس طرح قارئین کے سامنے پیش کرنا کہ وہ

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

پوشیدہ نہ رکھے بلکہ اپنے محاسن و معائب کو دوسروں کے سامنے بے دھڑک پیش کر دے آپ بیتی کہلاتا ہے۔(ص:۲)	اپنی فطرت وسیرت کا کوئی پہلو پوشیدہ نہ رکھے بلکہ اپنی اچھائیوں اور برائیوں کو خوبصورت انداز میں دوسروں کے سامنے بے باکانہ انداز میں پیش کر دے آپ بیتی کہلاتا ہے۔ (ص:٦)
۳۔ مغربی ادب میں آپ بیتی: قدیم مذہبی کتابوں میں لکھے گئے مختلف ادوار کے حالات و واقعات کو اگرچے آپ بیتی کے ابتدائی نقوش کہا جاسکتا ہے لیکن انگریزی ادب میں Autobiography کی اصطلاح باقاعدہ طور پر اٹھارویں صدی میں استعمال ہوئی۔ اس سلسلے میں ریحانہ خانم لکھتی ہیں:(یکساں حوالہ جاتی اقتباس) (ص:۲)	۳۔ مغرب میں آپ بیتی: زمانہ قدیم کی مذہبی کتابوں میں لکھے گئے مختلف ادوار کے حالات وواقعات کو ہم آپ بیتی کے ابتدائی نقوش کہہ سکتے ہیں لیکن اس کے برعکس انگریزی ادب میں خود نوشت سوانح عمری (Autobiography) کو باقاعدہ اصطلاح کے طور پر اٹھارویں صدی عیسوی میں استعمال کیا گیا۔ ریحانہ خانم اس سلسلے میں یوں رقمطراز ہیں:(یکساں حوالہ جاتی اقتباس)(ص: ۱۵)
۴۔ عیسائی مذہب میں اعتراف کا رواج بھی آپ بیتی کی ابتدائی شکل کو اجاگر کرتا ہے۔ عیسائیت میں کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد جب اپنے گناہ کا برملا اعتراف کرلے تو وہ پھر سے اسی طرح معصوم ہو جاتا ہے جیسا وہ گناہ کے سرزد ہونے سے پہلے تھا۔ چونکہ آپ بیتی میں بھی مصنف اپنی زندگی کے پوشیدہ حالات و واقعات منظر عام پر لا کر ایک طرح سے اعتراف کے عمل سے گزرتا ہے لہذا آپ بیتی اعتراف ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس حوالے سے یوسف جمال انصاری یوں رقمطراز ہیں:(یکساں حوالہ جاتی اقتباس یوسف جمال انصاری) (ص:۳)	۴۔ عیسائی مذہب کی قدیم تہذیب بھی آپ بیتی کی ابتدائی شکل کو اجاگر کرتی ہے۔ عیسائیوں کے یہاں کوئی شخص گناہ کرنے کے بعد اگر اپنے گناہوں کا سب کے سامنے اعتراف کرلے، اسے پہلے کی طرح معصوم خیال کیا جاتا ہے، جیسے گناہ کرنے سے پہلے تھا۔ چونکہ خودنوشت سوانح عمری میں تخلیق کار اپنی زندگی کے پوشیدہ حالات وواقعات و تجربات و مشاہدات کو قارئین کے سامنے لا کر ایک طرح سے اعتراف کی عمل سے گزرتا ہے، لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اعتراف ہی خود نوشت سوانح عمری کا دوسرا نام ہے۔ اعتراف کے بارے میں یوسف جمال انصاری ایک جگہ لکھتے ہیں: (یکساں حوالہ جاتی اقتباس یوسف جمال انصاری(ص:۱٦)
۵۔ مشرق کی نسبت مغرب میں بہت سی سماجی و معاشرتی برائیاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ خاص طور پر جنسی بے راہ روی، جسے مشرقی معاشرہ فحاشی کے دائرے میں لے آتا ہے وہاں معمول کی بات	۵۔ مشرق کی بانسبت مغرب میں ایسی سماجی و معاشرتی برائیاں دیکھنے کو ملتی ہیں جسے مشرقی سماج میں فحاشی سمجھا جاتا ہے۔ مغربی ادب میں جنسی پہلوؤں کو بے باکانہ انداز میں بیان کرنا

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

سمجھی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مغرب میں آپ بیتی نگار جب اپنی زندگی کے جنسی پہلوؤں کو پوری جزئیات و تفصیلات کے ساتھ بیان کرتے ہیں تو معاشرے میں کسی قسم کی ہیجانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور ایسی تحریروں کو پڑھنے کے بعد لوگوں کا ردعمل اتنا شدید نہیں ہوتا جیسا عموماً ہمارے ہاں دیکھنے میں آتا ہے۔ مغربی ادب میں پائے جانے والے اس جنسی رجحان نے ہندوستان کے ادب پر بھی اثرات ظاہر کیے ہیں جنہیں جوش ملیح آبادی کی آپ بیتی "یادوں کی بارات" اور سعادت حسن منٹو کے افسانوں میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔(ص:۵)

معمولی بات ہے۔ جبکہ مشرق میں جب کوئی تخلیق کار اپنے جنسی پہلوؤں کو عوام کے سامنے پیش کرتا ہے تو اسے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے باوجود مشرقی ادب پر بھی جنسی رجحانات کے اثرات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جنسی رجحان کو جوش کی آپ بیتی "یادوں کی بارات"، زبیر رضوی کی "گردش پا"، اور سعادت حسن منٹو کے افسانوں وغیروں میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔(ص:۱۹)

۶۔ عربی ادب میں آپ بیتی کی روایت خاصی مضبوط ہے۔ علماے اسلام میں امام غزالی، ابن الجوزی اور ابن خلدون نے آپ بیتیوں کی شکل میں اپنی زندگی کے مشاہدات و تجربات بیان کئے ہیں۔ عصر حاضر میں عربی ادب کی نامور شخصیت طٰہٰ حسین کی آپ بیتی "الایام" نے خاصی شہرت پائی اور اسی طرح وزارت معارف اور جامعہ دول العربیہ (عرب لیگ) کے ثقافتی شعبوں کے ڈائریکٹر اور جامعہ مصریہ میں ادب عربی کے پروفیسر ڈاکٹر احمد امین کی خود نوشت "حیاتی" عربی آپ بیتی کی روایات میں ایک معتبر حوالہ ہے۔ عربی زبان میں لکھی گئی بیشتر آپ بیتیوں کا صاحبان علم آدب نے اردو ترجمہ بھی کیا ہے۔ جس کے براہ راست اثرات اردو ادب کی آپ بیتی میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (ص:۸)

۶۔ عربی زبان وادب میں بھی آپ بیتی کی روایت خاصی مضبوط ہے۔ حضرت امام غزالی، ابن الجوزی اور ابن خلدون وغیرہ نے اپنی زندگی کے حالات وواقعات اور تجربات ومشاہدات کو آپ بیتی کی شکل میں پیش کیا ہے۔ دور جدید کے پیش کاروں میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اپنی آپ بیتی "الایام" کے نام سے لکھی۔ جس کی شہرت خوب ہوئی علاوہ ازیں پروفیسر احمد امین کی خود نوشت سوانح عمری "حیاتی" کو بھی کافی مقبولیت حاصل ہوئی۔ عربی زبان میں لکھی خود نوشت سوانح عمریوں کا ترجمہ اردو میں کیا گیا۔ عربی ادب کے اثرات براہ راست اردو ادب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔(ص:۲۲)

۷۔ علامہ اقبال کے خطوط کے متعدد مجموعے بھی شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان میں عطیہ فیضی کے نام خطوط کی ادبی و تاریخی حیثیت مسلمہ ہے۔ ان خطوط سے اقبال کی شخصیت کے پوشیدہ خدوخال نمایاں ہوتے ہیں اور قارئین کو اس بات کا پتہ چلتا

۷۔ علامہ اقبال کے خطوط کے کئی مجموعے شائع ہو کر منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان میں انہوں سے جو خطوط عطیہ فیضی کے نام لکھے ہیں ان کی ادبی و تاریخی حیثیت مسلم ہے۔ ان خطوط کے ذریعے علامہ اقبال کی ذاتی شخصیت اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے۔ (ص:۲۹)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

ہے کہ اقبال کی شخصیت کی تعمیر میں عطیہ فیضی کا کیا کردار ہے۔ (ص:۱۷)	
۸۔ اردو ادب میں روزنامچہ بطور صنف ادب کچھ زیادہ فروغ نہ پا سکا۔ البتہ انگریزی ادب میں Diary لکھنے کی روایت خاصی دیر سے قائم ہے۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے جو روزنامچے لکھے بعد میں وہی تزکیں ان کی خود نوشتیں کہلائیں۔ (ص:۱۹)	۸۔ اردو ادب میں روزنامچہ کی اہمیت کچھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ ہی یہ صنف اردو ادب میں کچھ زیادہ فروغ پا سکی۔ جہاں تک انگریزی ادب کی بات ہے تو اس میں ڈائری لکھنے کی روایت بہت قدیم ہے۔ ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے جو روز نامچے لکھے بعد میں وہی تزکیں ان کی خود نوشتیں کہلائیں (ص: ۳۱)
۹۔ اردو میں تذکرہ نگاری کا رواج خاصا پرانا ہے۔ ابتدا ہی سے اس پر فارسی کے اثرات نمایاں رہے۔ اردو کا پہلا دستیاب تذکرہ میر تقی میر کا "نکات الشعراء" ہے۔ میر کے علاوہ میر حسن اور مصحفی کے تذکروں سے لے کر مولانا محمد حسین کی "آب حیات" تک اردو تذکروں کا دور نظر آتا ہے۔ مولوی عبدالحق، مرزا فرحت اللہ بیگ اور رشید احمد صدیقی نے اصناف ادب کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ (ص:۲۰)	۹۔ اردو میں تذکرہ نگاری کی روایت بہت قدیم ہے۔ اس صنف پر ابتدا ہی سے فارسی ادب کے اثرات نمایاں رہے ہیں۔ اردو کا پہلا دستیاب اور قابلِ ذکر تذکرہ میر تقی میر کا "نکات الشعراء" ہے۔ میر کے علاوہ مصحفی کا "تذکرہ ہندی"، شیفتہ کا "گلشن بے خار" اور محمد حسین آزاد کا "آب حیات" وغیرہ قابل ذکر تذکرے ہیں۔ مولوی عبدالحق، مرزا فرحت اللہ بیگ، اور رشید احمد صدیقی نے اس صنف کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ (ص:۳۲)
۱۰۔ "داستان غدر" ۱۸۵۷ء کے پس منظر میں لکھی گئی ایک اہم قابل ذکر آپ بیتی ہے۔ اس کا شمار اردو کی ابتدائی آپ بیتیوں میں ہوتا ہے۔ ظہیر دہلوی کا پورا نام سید ظہیر الدین دہلوی تھا۔ وہ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بطور دوراغہ کام کرتے تھے۔ (ص:۵۰)	۱۰۔ ظہیر دہلوی کی "داستان غدر" جنگ آزادی کے پس منظر میں لکھی گئی ایک اہم قابل ذکر آپ بیتی ہے۔ اس کا شمار اردو کی ابتدائی آپ بیتیوں میں ہوتا ہے۔ ظہیر دہلوی کا پورا نام سید ظہیر الدین ظہیر دہلوی تھا۔ وہ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بطور دوراغہ کام کرتے تھے۔ (ص:۴۸)
۱۱۔ آپ بیتی میں مجموعی طور پر الہ آباد یونیورسٹی کی یادوں کو بڑے جذباتی انداز کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے خاص طور پر شعبہ اردو کی روایتوں، مجلسوں، ادبی نشستوں اور	۱۱۔ آپ بیتی میں الہ آباد یونیورسٹی کی یادوں کو بڑے جذباتی انداز سے پیش کیا ہے۔ شعبہ اردو کی روایتوں، ادبی نشستوں، مجلسوں، مباحثوں اور مذاکروں کا ذکر اتنے خوبصورت انداز میں کیا ہے کہ ہر جگہ دلچسپی کا عنصر قائم رہتا ہے۔ (ص:۶۷)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

مذاکروں کا تذکرہ اتنے خوبصورت انداز میں کیا ہے کہ ہر جگہ دلچسپی کا عنصر قائم رہتا ہے۔(ص:۸۴)	
۱۲۔ آپ بیتی جہاں سماج اور عہد کی پوری طرح عکاسی ہوتی ہے وہاں کلیم الدین احمد کی اپنی شخصیت دب کر رہ گئی ہے۔ آپ بیتی میں اپنے آپ کو چھپانا یا زندگی کے مخصوص گوشوں کو پوشیدہ رکھنا آپ بیتی کا ایک بڑا عیب تصور کیا جاتا ہے۔(ص:۱۳۲)	۱۲۔ آپ بیتی میں جہاں سماج اور عہد کی پوری عکاسی ہوتی ہے وہیں مصنف نے اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں بہت کم لکھا ہے اور وہاں سرسری طور پر گزر گئے ہیں۔ جس سے ان کی شخصیت دب کر رہ جاتی ہے۔ آپ بیتی میں اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا آپ بیتی کا عیب تصور کیا جاتا ہے۔(ص:۷۶)
۱۳۔ جوش کی آپ بیتی میں معاشقوں کا تذکرہ خاص اہتمام کے ساتھ کیا گیا۔۔۔۔ "یادوں کی بارات" میں جوش ملیح آبادی نے مشاہیر اور معاصرین کا تذکرہ بھی اپنی خاص طرز فکر کے ساتھ کیا۔ سرسید احمد خان کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ایک خوشامدانہ ذہنیت رکھنے والا شخص قرار دیتے ہیں۔۔۔۔ آپ بیتی میں جوش گاندھی جی کو ہندوستان کا عظیم محسن قرار دیتے ہیں۔ لیکن ساتھ یہ ان کی بے شمار خوبیوں کو سراہنے کے باوجود انہیں انسانی شادمانی کا بدترین دشمن قرار دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ گاندھی مے خوری اور عصمت فروشی کا سدباب چاہتے تھے۔ جوش کے نزدیک یہی دو چیزیں انسانی شادمانی کے لئے ضروری ہیں۔(ص:۱۰۳-۱۰۴)	۱۳۔ یادوں کی بارات میں معاشقوں کا تذکرہ اہتمام کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مصنف اپنی اس کتاب میں اپنے مشاہیر معاصرین کا ذکر بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ سرسید احمد خان کو خوش آمدانہ (خوشامدانہ) ذہنیت رکھنے والا شخص قرار دیتے ہیں۔ جبکہ گاندھی کو ہندوستان کا عظیم محسن قرار دینے کے ساتھ ہی ان کی خوبیوں کو سراہنے کے باوجود انہیں انسانی شادمانی کا بدترین دشمن بھی قرار دیتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ گاندھی جی میخوری اور عصمت فروشی کا خاتمہ چاہتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں انسانی شادمانی کے لئے ضروری ہیں۔ (ص:۱۵۱)
۱۴۔ احسان دانش اپنی دردناک داستان لکھتے ہوئے درحقیقت اس سماج کی کہانی لکھتے ہیں۔ جہاں بہت سے غریب گھرانوں میں آرزوؤں، امیدوں اور ارمانوں کے چراغ ذرہ سے ٹمٹما کر ہمیشہ کے لیے گل ہو جاتے ہیں۔ احسان دانش اپنے حوصلے اور جواں مردی کے باعث اپنے غموں کا بیان کرتے ہوئے اپنی مظلومیت کا رونا نہیں روتے بلکہ دوسروں کو سختیوں کا مقابلہ کرنے کا ہنر سکھاتے ہیں۔ اپنی سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ایک جگہ	۱۴۔ احسان دانش نے اپنی داستان حیات کو قلم بند کرتے ہوئے دراصل اس معاشرے کی کہانی کو قلم بند کیا ہے جہاں غریب گھرانوں کے آرزوؤں، امیدوں اور ارمانوں کا چراغ جلنے سے پہلے ہی بجھ جاتے ہے یا بھلا دیا جاتا ہے۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے غموں اور پریشانیوں کو بیان کرتے ہوئے روتے نہیں بلکہ دوسروں کو اس کا مقابلہ کرنے کی ترغیب اور ہمت دلاتے ہیں کہ کیسے غموں اور پریشانیوں کا سامنا کیا جائے۔ ایک جگہ اپنی سیاسی بصیرت کا

لکھتے ہیں: " مزدور اور کسانوں سے ناانصافی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔"(ص:۱۱۶-۱۱۷)	ثبوت کچھ اس طرح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ " مزدور کسان سے ناانصافی ہو رہی ہے۔۔۔۔۔"(ص:۱۵۴)

آخری باب میں اطہر قسیم نے اپنی تحقیق کا تین حوالوں، جیسے اردو ادب کی آپ بیتیوں، غیر ادیب شخصیات کی آپ بیتیوں اور ترجمہ شدہ آپ بیتیوں کا اجمالی جائزہ لے کر نتائج اخذ کئے ہیں کہ آپ بیتی میں فنی اعتبار سے ادبیت کا عنصر ناگزیر ہے اور پاک وہند میں لکھی جانے والی اکثر آپ بیتیوں میں آپ بیتی نگاروں نے سوانحی حالات و واقعات بیان کرنے کی بجائے سفر ناموں، مذاکروں اور مشاعروں کی مفصل روداد کو بیان کیا ہے۔ مزید یہ کہ مجموعی طور پر بیسویں صدی میں آپ بیتی کی صنف میں خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس صنف میں خواتین بھی بڑی تعداد میں اپنی ذات کا اظہار کامیابی سے کر رہی ہیں۔

مسرت بانو نے ۲۰۱۶ء میں ڈاکٹر سید عامر سہیل کی نگرانی میں یونیورسٹی آف سرگودھا سے، "پاکستانی ادباء کی آپ بیتیوں اور یادداشتوں میں تاریخی اور تہذیبی شعور (۱۹۴۷ سے تاحال)" کے عنوان سے مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ محققہ نے اپنی تحقیق کے پہلے باب میں پاکستان میں تاریخی و تہذیبی تناظر کے حوالے سے بحث کی ہے۔ پہلے باب میں مسرت بانو پاکستانی تہذیب کی تشکیل میں رکاوٹ بننے والے عوامل کی تلاش میں ہیں اور ان کا استدلال ہے کہ تاریخ کے مروجہ نصابی بیانیے ان عوامل کی تلاش میں کافی نہیں ہے لہذا خود نوشتوں اور یاداشتوں سے استفادہ ضروری ہے۔ محققہ کا خیال ہے کہ انسانی زندگی خلا میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ سماج میں رہ کر گزرتی ہے اس لئے خود نوشتوں میں ثقافتی، سیاسی، تہذیبی، مذہبی اور معاشی حالات و واقعات بھی ان خود نوشتوں میں شعوری یا لاشعوری طور پر مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے ادباء کی آپ بیتیاں اور یادداشتیں تہذیبی اعتبار سے اہم دستاویز ثابت ہو سکتی ہیں۔ دوسرے باب میں مسرت بانو نے آپ بیتی کے مفہوم اور آپ بیتی کے نظری مباحث کو بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ بیتیوں اور یادداشتوں کے بنیادی فنی اصولوں اور ان کی اہمیت بھی قلم بند کی ہے۔ اس باب میں محققہ نے خود نوشت اور سوانح نگاری اور یادداشتوں کے مابین پائے جانے والے فرق کو بھی بیان کیا ہے۔ مسرت بانو آپ بیتی کے مفہوم کو بیان کرتے ہوئے کہتی ہیں:

> "آپ بیتی کسی شخص کی زندگی کی کہانی کی زبانی ہوتی ہے۔ یہ اس کی زندگی کے اہم واقعات و حالات کا تدریجی اور ترتیب وار بیان ہوتا ہے۔ آپ بیتی انسان کے ماضی کی داستان ہے جس میں اس کی زندگی کے پوشیدہ راز محفوظ ہوتے ہیں جنھیں وہ تصور کے کدال سے کھودتا ہے اور تخیل کی کرنوں سے چمکاتا ہے۔"(۱۳)

محققہ سمجھتی ہیں کہ آپ بیتی کو عمر کے آخری حصے میں لکھنا چاہیے اور آپ بیتی کسی شخصیت و کردار کے ساتھ ساتھ اس کے سماج کی بھی آئینہ دار ہوتی ہے۔ انھوں نے سوانح نگاری، خود نوشت سوانح اور آپ بیتی میں فرق اور اشتراک کو مختلف ماہرین کی آراء کے ساتھ بیان کیا ہے۔ محققہ کے نزدیک سوانح نگاری اور خود نوشت سوانح نگاری کے لیے فنی اصول وضوابط یکساں ہے فرق یہ ہے کہ سوانح نگاری میں سوانح نگار کسی دوسرے شخص کی کہانی سناتا ہے اور خود نوشت سوانح میں خود نوشت نگار اپنی زندگی کی کہانی سناتا ہے۔ مسرت بانو خود نوشت سوانح نگاری اور آپ بیتی میں پائے جانے والے فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ اس سے پہلے یہ فرق ہمیں صبیحہ انور کی تحقیق میں نظر

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

آیا تھا۔ لیکن صبیحہ انور کی تحقیق میں یہ فرق زیادہ واضح نہیں تھا مسرت بانو اس فرق کو بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> " حقیقت یہ ہے کہ ہر آپ بیتی خود نوشت سوانح ہوتی ہے مگر ہر خود نوشت سوانح کو آپ بیتی نہیں کہا جا سکتا۔ آپ بیتی خود نوشت سوانح عمری ہے تاہم آپ بیتی اور خود نوشت سوانح عمری میں ایک لطیف فرق ضرور ہے جس کی بنیاد لکھنے والے کے طرز احساس، انداز نظر اور انداز بیاں پر ہوتی ہے۔ خود نوشت سوانح عمری کسی شخص کی زندگی کے حالات و واقعات کا تاریخ وار اور مستقیم بیان ہوتا ہے لیکن آپ بیتی لکھنے والے کے جذبات واحساسات بھی صفحہ قرطاس پر بکھرے نظر آتے ہیں۔ خود نوشت نگار بیان کرتا ہے کہ کیا ہوا، جب کہ آپ بیتی نگار یہ بھی بیان کرتا ہے کیوں ہوا، کیسے ہوا اور اس واقعہ کا اس پر کیا اثر ہوا؟"(۱۴)

مسرت بانو کی تحقیق میں چونکہ یاداشتیں بھی شامل ہیں اس لیے انہوں نے یادداشتوں و آپ بیتی کے مابین فرق کو بھی واضح کیا ہے۔ محققہ نے آپ بیتی کی صنف کے نظری مباحث میں پیش آنے والی مشکلات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ایک عمدہ آپ بیتی لکھنے کے لیے چند لوازمات اور عناصر کو بیان کیا ہے۔ ہمیں یہ لوازمات و عناصر ریحانہ خانم، ڈاکٹر سید عبداللہ، صبیحہ انور، وہاج الدین علوی اور صفدر رانا کی تحقیق میں بھی نظر آتے ہیں۔ محققہ سمجھتی ہیں کہ آپ بیتی لکھنے کے کوئی بندھے ٹکے اصول مرتب نہیں ہیں تاہم آپ بیتی میں من گھڑت واقعات اور غلط بیانی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مسرت بانو نے آپ بیتی کی اہمیت میں وہی باتیں دہرائیں ہے جو ہمیں علم الدین سالک اور صبیحہ انور کی تحقیق میں نظر آتی ہیں تاہم محققہ دوسرے باب کے آخر میں آپ بیتی اور یادداشتوں کے ادبی محاسن پر چند مفید معلومات مہیا کی ہے اور ان اصناف کے لیے عمدہ اسلوب اور تخلیقی اظہار و حُسنِ تناسب کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ مسرت بانو نے تیسرے باب میں چھتیس خود نوشتوں اور یادداشتوں کا اجمالی جائزہ لیا ہے اور پھر ان ہی خود نوشتوں اور یاداشتوں پر چوتھے باب میں تاریخی و تہذیبی عناصر کا مطالعہ کیا ہے۔ محققہ کی تحقیق کا چوتھا باب طویل ترین باب ہے۔ اس باب میں محققہ نے خود نوشتوں اور یاداشتوں سے بہت سے تاریخی وہ تہذیبی عناصر کی وضاحت کی ہے جیسا کہ قیام پاکستان کے بعد بیوروکریسی کی من مانیاں، قائداعظم کی بیماری کی وجہ سے عجلت میں فیصلے، لیاقت علی خان کی شہادت کا واقعہ، پاکستان کی خارجہ پالیسی کے ابتدائی نقوش، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا معاملہ، مغربی پاکستان کو ون یونٹ بنانے کا اعلان، ملک پر مارشل لاء کے ذریعے فوج کی حکومت، محترمہ فاطمہ جناح کی الیکشن میں شکست، مسئلہ کشمیر پر بھارت سے تعلقات، پاک بھارت کی ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں، سقوط ڈھاکہ، بھٹو کی پھانسی اور اس کے اثرات۔ ان سب عناصر کا مسرت بانو نے خود نوشتوں اور یادداشتوں کے ذریعے مطالعہ کر کے تاریخ کی سمت درست کرنے کی کوشش کی ہے۔ محققہ نے خود نوشتوں اور یاداشتوں سے تہذیبی شعور کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسلمان گھرانوں میں بچوں کی مذہبی تربیت، صدقہ خیرات اور دوسروں کی مدد کا جذبہ، والدین کی خدمت، ولی اللہ اور بزرگان دین کے مزارات کی تعظیم، لوگوں کی ضعیف الاعتقادی، تہواروں (شب برات، عیدین، دیوالی) کا منانا، گھروں میں پالتو جانور رکھنے کا رواج اور پردے کی پابندی، محرم کے ایام میں مجالس کا اہتمام، شادی اور موت پر رسوم و رواج، مہمانوں کا احترام، لباس اور طعام کے طریقے، مشاعروں کا احوال، بچپن میں مشاغل، مکانات کی تعمیر کے انداز اور رہن سہن،

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

لڑکے اور لڑکیوں کی نسبت کرنے کی رسم وغیرہ بیان کر کے پاکستانی معاشرے کی تہذیبی حوالے سے پہچان کرانے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ یہ تہذیبی عناصر ہندوستانی تہذیب کے ساتھ اس قدر خلط ملط ہیں کہ ان کو آسانی سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ مسرت بانو نے آخری باب میں اپنی تحقیق کی تلخیص بیان کی ہے اور اپنی تحقیق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ پاکستان کے تمام علاقوں میں تہذیب کے بنیادی اصول یکساں ہیں لیکن ان کے ظاہری خدوخال میں کسی حد تک انفرادیت جھلکتی ہے۔ یہ آپ بیتیاں اور یادداشتیں ایک خاص دور کی تہذیب و تاریخ کا مستند درجہ رکھتی ہیں۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے اب تہذیبوں کا آپس میں ٹکراؤ شروع ہو چکا ہے۔ لہذا پاکستانی ادباء کی آپ بیتیوں میں محفوظ یہ تہذیبی نقوش آئندہ سماجی مورخ کے لیے بنیادی ماخذ کے طور پر مددگار ہوں گی۔

محمد سلیم نے بھی ۲۰۱۶ء میں ڈاکٹر سلمان علی کی نگرانی میں قرطبہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی حیات آباد پشاور سے، "قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں اور سیاستدانوں کی منتخب آپ بیتیاں" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ مقالہ نگار نے پہلے باب میں آپ بیتی کی تعریف، فن، تاریخ و ارتقاء اور آپ بیتی کے اصولوں پر بحث کی ہے۔ مقالہ نگار نے آپ بیتی کی صنف کے متعلق اپنی رائے کو اس طرح بیان کیا ہے:

> "آپ بیتی ادب کی وہ اہم صنف ہے جو انسان کی ذاتی زندگی کے اہم حالات و واقعات کا مجموعہ ہوتی ہے جس میں فرد نے اپنے احساسات، تجربات، معلومات، مشاہدات، نظریات، خیالات اور شخصیت کے داخلی اور خارجی کیفیات من و عن اس طرح پیش کرتا ہے جس طرح اس کے مشاہدے میں آئے تھے۔"(۱۵)

محقق نے آپ بیتی کی روایت بھی بیان کی ہے اور کہا کہ اولین آپ بیتی لکھنے کا شرف چینی عالم، تاریخ دان، اور مفکر سیچان کی خودنوشت "شی جی" کو حاصل ہے۔ اس ارتقائی سفر میں محقق نے روسو اور سینٹ آگسٹائن کے کردار کو بھی یاد رکھا ہے۔ محقق نے یورپ کے بعد مشرق میں آپ بیتی کے ارتقاء میں فارسی زبان کو اہم سمجھا ہے اور اردو میں پہلی باقاعدہ آپ بیتی جعفر تھانیسری کی "کالا پانی" کو قرار دیا ہے۔ محمد سلیم نے اردو میں آپ بیتی کے ارتقا میں پانچ ادوار کا ذکر کیا ہے کہ پہلے دور میں آپ بیتی کی ابتدائی شکل تذکروں، ملفوظات اور مکتوبات کے ذریعے سامنے آتی ہے۔ دوسرا دور ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۰ء تک کا ہے جس میں "کالا پانی"، "داستان غدر"، "ایام غدر" اہم آپ بیتیاں ہیں۔ تیسرا دور ۱۹۱۴ء تا ۱۹۴۷ء تک کا ہے۔ اس دور میں لکھی جانے والی آپ بیتیوں میں سیاسی اور فکری بیداری نمایاں ہے، اس دور میں اہم آپ بیتیاں قید فرنگ (حسرت موہانی)، میرا افسانہ (افضل حق) اور اعمال نامہ (سر رضا علی) ہیں۔ آپ بیتی کا چوتھا دور ۱۹۴۷ء تا ۱۹۸۰ء تک کا ہے، ان آپ بیتیوں میں فسادات، مہاجرت، معاشرتی و سماجی تبدیلیاں، فوجی حکومتیں اور سقوط ڈھاکہ جیسے اہم واقعات قلم بند ہوئے ہیں۔ آخری دور ۱۹۸۰ء تا موجودہ دور تک کا عرصہ ہے۔ مقالہ نگار نے دوسرے محققین کی طرح آپ بیتی کا تعلق ادب کی دوسری اصناف کے ساتھ جوڑا ہے۔ آپ بیتی کے فن کے حوالے سے آپ بیتی کے اسلوب اور آپ بیتی میں صداقت کے عنصر کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ محمد سلیم نے آپ بیتیوں کی چار اقسام بیان کی ہیں۔ ان کی یہ تقسیم زیادہ منطقی نظر آتی ہے۔ محمد سلیم نے دوسرے باب میں جن سیاسی آپ بیتیوں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے ان میں بیگم شائستہ اکرام اللہ، منظور احمد وٹو، جاوید ہاشمی، یوسف رضا

گیلانی، گوہر ایوب خان، شیخ رشید، شجاعت حسین کی آپ بیتیوں کو شاملِ تحقیق کیا ہے۔ محقق نے تیسرے باب میں نامکمل آپ بیتیوں کا فکری و فنی جائزہ لیا ہے۔ ان آپ بیتیوں میں کوثر نیازی، الطاف حسین، بیگم کلثوم نواز، سید قمر عباس، اعتزاز احسن، محمد حنیف رامے اور راجہ انور کی آپ بیتیاں شامل ہیں۔ چوتھے باب میں ترجمہ شدہ آپ بیتیوں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ ان آپ بیتیوں میں محمد ایوب خان، اجمل خٹک، بے نظیر بھٹو، عمران خان اور پرویز مشرف کی آپ بیتیاں شامل ہیں۔ الغرض محقق نے ان سیاسی آپ بیتیوں کے مطالعے سے سیاستدانوں کے ذاتی حالات، اہم انکشافات، سماجی تغیرات، تاریخی تبدیلیوں، کارناموں مبالغہ آرائیوں، نرگسی رویوں، سیاسی حوادث، اخلاقی اور ان کے موجودہ مقام تک پہنچنے میں انہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا، ان کو تحقیقی و تنقیدی نظر سے پرکھنے کی کوشش کی ہے۔

بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان ہی سے حافظہ شہلا اقبال نے ڈاکٹر روبینہ ترین کی نگرانی میں ۲۰۱۷ء میں، "اردو میں خواتین کی ادبی خود نوشتیں (۱۹۴۷ء تا حال)" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ محققہ نے پہلے باب میں خواتین کو سماج میں پیش آنے والے مسائل کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے سماجی مقام کو برصغیر میں مختلف تہذیبوں جیسے موہنجوداڑو، آریا، اسلام کے تناظر میں بیان کیا ہے۔ محققہ کے نزدیک برصغیر میں انگریزوں کی آمد تک یعنی انیسویں صدی تک خواتین کے لئے آزادی اظہار رائے کا امکان بہت کم تھا تاہم ترقی پسند تحریک نے اپنے دوررس اثرات مرتب کیے اور خواتین کو تعلیم کے میدان میں قدم رکھنے کا زیادہ سے زیادہ مواقع میسر آئے۔ یوں بیسویں صدی کے نصف تک بہت سی خواتین نے ادبی حوالے سے اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ بیتی کی روایت میں محققہ کا خیال ہے کہ اردو ادب میں پہلی خود نوشت جعفر تھانیسری کی "تواریخ عجب (کالا پانی)" ہے اور خواتین میں پہلی خود نوشت شہر بانو بیگم کی "بیتی کہانی" (۱۸۸۱ء) ہے۔ محققہ کے نزدیک شہر بانو بیگم کا ایک غیر معروف صنف میں طبع آزمائی حیران کن ہے کیونکہ اس دور تک خواتین کو محض قرآن ہی کی تعلیم دی جاتی تھی۔ شہلا اقبال نے خواتین کی آپ بیتیوں کی روایت میں عطیہ فیضی کے جزوی خود نوشت کا بھی تذکرہ کیا ہے جو ۱۹۲۱ء میں "زم ن ہ ت ح ص ی ل" کے عنوان سے لکھی گئی جس میں یورپ کے سفر کا احوال درج ہے۔ محققہ کے نزدیک یہ خود نوشت روزنامچہ کی تکنیک میں لکھی گئی ہے۔ شہلا اقبال لکھتی ہیں کہ

> "بیسویں صدی کے آخری دہائی میں خواتین کی آپ بیتیاں زیادہ مقبول ہونا شروع ہوئیں۔ اس دور میں نہ صرف ادبی بلکہ سیاسی آپ بیتیاں بھی لکھی گئیں۔"(۱۶)

محققہ نے پہلے باب میں کچھ سوالات کو اپنی تحقیق کا معیار بنایا ہے۔ ان سوالات میں، خاتون آپ بیتی نگار کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟ خاتون آپ بیتی نگار آپ بیتی میں محض اپنے کردار کو پیش نظر رکھا یا دیگر کرداروں کو بھی اہمیت دی ہے؟ خاتون آپ بیتی نگار نے صداقت کے عنصر کو کتنا پیش نظر رکھا ہے اور اس کی اس کو کیا قیمت ادا کرنا پڑی ہے؟ آپ بیتی نگار نے کس قدر مبالغے سے کام لیا ہے کتنا اخفا کا مظاہرہ کیا ہے اور کس قدر اپنی خامیوں کا اعتراف کیا ہے؟ آپ بیتی تحریر کرنے کا کیا مقصد ہے؟ فنی اعتبار سے آپ بیتی کی صنف میں کیا تکنیک اختیار کی گئی ہے؟

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

حافظہ شہلا اقبال نے پہلے باب میں منتخب شدہ تحقیقی سوالات کی روشنی میں مقالے کے دوسرے باب میں اردو ادب میں خواتین کی خود نوشتوں (قیام پاکستان سے ۱۹۹۹ء تک) کا فکری و فنی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔ اس باب میں محققہ نے آٹھ آپ بیتیوں کا انتخاب کیا ہے۔ جن میں ہندوستانی اور پاکستانی خواتین کی خود نوشتیں شامل ہیں۔ اس باب میں محققہ نے ادبی خود نوشتوں میں سوانحی ناول اور یادداشتوں کو بھی شامل کر لیا ہے۔ سوانحی ناول قرۃ العین حیدر کا "کار جہاں دراز ہے" اور یادداشتیں عذرا عباس کی (میرا بچپن) اور کشور ناہید (نوٹ بک) شامل ہیں۔ محققہ کی تحقیق کا تیسرا باب چودہ خواتین کی خود نوشت تصانیف پر مشتمل ہے۔ ان میں نثار عزیز بٹ، اختری بیگم، ثاقبہ رحیم الدین، شوکت کیفی، نور سجاد ظہیر، عطیہ داؤد، عمرانہ مقصود، بانو قدسیہ، فرخندہ بخاری، شین فرخ، رضیہ بٹ، حمراء خلیق، انیس ہارون، محمودہ بشیر کی تصانیف شامل ہیں۔ ان تصانیف میں بھی ثاقبہ رحیم الدین، نور سجاد ظہیر، عمرانہ مقصود اور محمودہ بشیر کی تصانیف خود نوشت ہونے کی بجائے یادداشتیں ہیں۔ محققہ نے خود نوشت اور یادداشتوں میں کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے اور دونوں اصناف کو ایک ہی صنف کے ضمن میں تصور کیا ہے۔ حالانکہ ان دونوں اصناف کے درمیان واضح فرق ہے۔ یادداشت کو انگریزی زبان میں Memoir کہتے ہیں جو کہ فرانسیسی لفظ Memory سے نکلا ہے۔ یادداشت ادب کی ایک صنف ہے جہاں مصنف اپنے بچپن میں واپس جا کر اپنی یادوں کے متعلق لکھتا ہے، بسا اوقات یادداشتیں مصنف کی پوری زندگی کا احاطہ کرتی ہیں، لیکن زیادہ تر وہ زندگی کے اہم حصوں کو توجہ کا مرکز بناتی ہیں۔ یادداشتیں اور آپ بیتی یکساں نوعیت کی اصناف ہیں۔ دونوں ہی صورتوں میں مصنف اپنی زندگی کی کہانی بیان کرتا ہے، لیکن یادداشت خود نوشت سوانح عمری کی ذیلی صنف میں شمار ہوتی ہے۔ یاد داشت اور خود نوشت میں بنیادی فرق یہ ہے کہ یادداشتوں میں الگ تھلگ واقعات کا ذخیرہ پایا جاتا ہے جب کہ خود نوشت میں تمام یادیں ایک ہی کہانی میں مل جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں خود نوشت سوانح عمری مصنف کی تمام زندگی کا احاطہ کرتی ہے جیسے؛ بچپن، تعلیم، خاندانی تاریخ، اور پیشہ سے متعلق حقائق سے پردہ اٹھاتی ہے، جب کہ یادداشت زندگی کے صرف ایک، خاص اور اہم یا دلچسپ حصہ کا احاطہ کر سکتی ہے جو ایک خاص وقت اور جگہ پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔ محققہ نے مسرت بانو کی طرح بانو قدسیہ کی آپ بیتی "راہ رواں" کو بھی فکری و فنی جائزے کے لیے منتخب کیا ہے۔ راہ رواں کو ہم مکمل طور پر آپ بیتی تصور نہیں کر سکتے اور یہ آپ بیتی سے زیادہ سوانح عمری ہے۔ پانچواں باب خواتین کی خود نوشتوں کے مرد خود نوشت نگاروں کے مابین امتیازی اوصاف پر مبنی ہے۔ محققہ کے نزدیک:

> "خواتین اور مردوں کی خود نوشتوں میں بنیادی فرق آزادی اظہار رائے اور بے باکانہ انداز بیاں ہے۔ مردوں کی خود نوشتوں میں خواہ شادی سے پہلے کے واقعات ہوں یا بعد کے وہ مختلف معاشقوں کو بے باکی سے بیان کرتے ہیں جبکہ خواتین کا جنسی جذبات کا اظہار نہ ہونے کے برابر ہے۔"(۱۷)

> "دوسرا فرق شریک حیات کی اہمیت کے حوالے سے کہ مردوں میں اس پہلو کو بیان نہیں کیا جاتا جبکہ خواتین کی خود نوشتوں میں اول تا آخر تک شوہر کا کردار چھایا برا نظر آتا ہے۔"(۱۸)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

"مردوں کی خود نوشتوں میں خارجی واقعات و حالات کا تذکرہ زیادہ ہوتا ہے جبکہ خواتین کی خود نوشتوں میں گھریلو زندگی یا رشتوں کے بارے میں تفصیلات زیادہ ملتی ہیں۔"(۱۹)

محققہ نے اسی باب میں مختلف خواتین خود نوشت نگاروں کا آپس میں بھی تقابلی جائزہ اپنی تحقیق میں مرتب کردہ سوالات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

پاکستانی جامعات میں پی ایچ ڈی کی سطح پر مزید کام کرنے والے تحقیق کاروں میں حمیرہ ماجد اور انور علی ہیں۔ حمیرہ ماجد نے ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر سلیم اختر کی نگرانی میں جی سی یونیورسٹی سے "پاکستان میں اہم آپ بیتیوں کی تاریخ کا تنقیدی جائزہ" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ انور علی نے ڈاکٹر صابر کلوروی کی نگرانی میں پشاور یونورسٹی سے "اردو آپ بیتیوں میں سوانحی مواد کا تحقیقی و توضیحی جائزہ" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ ڈاکٹر فہمیدہ تبسم کی نگرانی میں محمد زاہد عمر نے "اردو میں سوانحی دستاویزی ناول نگاری" کے عنوان سے ۲۰۱۷ء میں وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس اور ٹیکنالوجی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھا۔ پاکستانی جامعات میں آپ بیتی کے موضوع پر محررہ مقالات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لینے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ بیتی کی صنف میں ہونے والا تحقیقی کام سے آپ بیتی کی صنف مزید مقبول ہوئی ہے۔ آپ بیتیوں یا خود نوشتوں پر تحقیقی نوعیت کے کام سے اس صنف کے جو عمومی تقاضے ہیں وہ اپنی حیثیت کو منوا کر اس صنف میں ناگزیر حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ جن کی مدد سے محقق کے لیے اس صنف کی حدود و قیود کا تعین کرنے میں کسی حد تک آسانی ہو گئی ہے۔ آپ بیتیوں پر جامعات میں ہونے والی تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ جہاں آپ بیتی کے لیے صداقت اور برملا گوئی از حد ضروری ہے وہاں شخصیت کے اظہار میں تاریخ کے تسلسل کو اس طور پیش کرنا بھی ضروری ہے کہ اس کے دور کی مختلف تہذیبی اقدار کی بھی جھلک نمایاں ہو۔ واقعات کے انتخاب اور ان کے بیان کے لیے فنی اعتبار سے کوئی نہ کوئی تکنیک کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ بیتی یا خود نوشت کی صنف میں تحقیقی و تنقیدی کام ابتداء میں تو آپ بیتیوں کا محض فکری و فنی جائزہ لینے کی حد تک ہی محدود تھا۔ زیادہ تر محققین نے آپ بیتی پر جو تحقیقی و تنقیدی کام کیا ہے اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ آپ بیتی میں تحریری واقعات دلکش ہیں، زبان سادہ اور سلیس ہے، انداز بیان شگفتہ اور شیریں ہے اور مصنف کو زبان و بیاں پر عبور حاصل ہے، یا پھر جو واقعات ان آپ بیتیوں میں بیان ہوئے ہیں ان کی صحت کے بارے میں تحقیق کی گئی ہے۔ اس تحقیق کی بدولت ایک قاری یہی جان پاتا تھا کہ آپ بیتی یا خود نوشت میں مصنف نے اپنی ذات کا اظہار کس طرح کیا۔ کیا اس میں صداقت اور برملا گوئی سے اظہار کیا گیا یا مبالغہ آرائی اور اخفاء سے کام لیا گیا تاہم ایک قاری کا آپ بیتی کی صنف میں محض دلچسپی آپ بیتی نگار کی شخصیت تک ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے عہد کے سیاسی و سماجی، ثقافتی و تہذیبی عناصر سے بھی ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی آپ بیتی محض ذات کے اظہار سے زندہ جاوید نہیں رہ سکتی اسی طرح ایسی تنقید جو آپ بیتی کے تحقیقی مطالعے میں آپ بیتی یا خود نوشت میں موجود تہذیبی اقدار اور تاریخی عناصر کو دریافت نہیں کرتی یا شخصیت کے نہاں خانوں میں نہیں جھانکتی وہ تنقید و تحقیق بھی آپ بیتی کی صنف میں اپنا کوئی مقام نہیں بنا سکتی۔ اور اس نوعیت کی تحقیق محض قاری کے ذہن کو آپ بیتی کی صنف کے حوالے سے متعارف کرنے سے زیادہ اس کے ذہن کو بوجھل بناتی ہے۔ تاہم ڈاکٹر سلمان علی، ڈاکٹر مسرت بانو اور ڈاکٹر سلیم احمد کی آپ بیتیوں کے حوالے سے تحقیق قاری کے لیے آفادی پہلو لے کر ظہور پذیر ہوئی۔

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 16. Issue 01, June 2024

ان تینوں محققین کی تحقیق نے آپ بیتیوں کو نمبر شمار کرنے کی بجائے اس صنف کے سیاسی و سماجی، تہذیبی و ثقافتی، نفسیاتی اور جذباتی نوعیت سے اہمیت اُجاگر کی۔ اُمید ہے آنے والے دور میں اس صنف میں جو مزید تحقیقی کام قاری کے سامنے آئے گا، اس میں بھی قاری محض اس صنف سے متعارف ہی نہیں ہو گا بلکہ اس کی مدد سے زندگی کے نئے پہلوؤں سے بھی شناسا ہو گا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد صفدر رانا، اردو شعراء و اُدباء کی خود نوشتیں (۱۹۹۰ء تک)۔ تحقیق و تنقید کی روشنی میں، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، ملتان: بہاءالدین زکریا یونی ورسٹی، ۲۰۰۳ء، ص ۲۴

۲۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۳۔ سلمان علی، اردو کی منتخب خود نوشت سوانح عمریوں کا مطالعہ (خرق عادات واقعات کے خصوصی حوالے سے)، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، پشاور: قرطبہ یونی ورسٹی، ۲۰۰۶ء، ص ۱

۴۔ ایضاً، ص ۲-۳

۵۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، آپ بیتی مشمولہ نقوش آپ بیتی نمبر، مدیر محمد طفیل، ۱۹۶۴ء، ص ۶۱

۳۔ سلمان علی، اردو کی منتخب خود نوشت سوانح عمریوں کا مطالعہ (خرق عادات واقعات کے خصوصی حوالے سے)، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، پشاور: قرطبہ یونی ورسٹی، ۲۰۰۶ء، ص ۵۳

۷۔ اطہر قسیم، اردو ادب کی آپ بیتیاں: تحقیقی و تنقیدی جائزہ، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، ۲۰۰۷ء، ص ۲۸

۸۔ اطہر قسیم، ڈاکٹر، (انٹرویو بذریعہ فون)، از رحمان سرور (محقق)، بہاولپور، ۲۱ نومبر ۲۰۲۱ء

۹۔ اطہر قسیم، اردو ادب کی آپ بیتیاں: تحقیقی و تنقیدی جائزہ، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، ۲۰۰۷ء، ص iii

۱۰۔ محمد نوشاد عالم، اردو خود نوشت سوانح حیات آزادی کے بعد، دہلی: عریشہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص پاورق۔

۱۱۔ شاہانہ مریم شان، ہندوستان کی یونی ورسٹیوں میں اردو تحقیق، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء، ص ۱۴۲

۱۲۔ محمد نوشاد عالم، ڈاکٹر، ای میل بنام رحمان سرور (محقق)، ۲۰ نومبر ۲۰۲۱ء

۱۳۔ مسرت بانو، ڈاکٹر، پاکستانی ادباء کی آپ بیتیوں اور یادداشتوں میں تاریخی اور تہذیبی شعور (۱۹۴۷ء تا حال)، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، یونی ورسٹی آف سرگودھا، ۲۰۱۶ء، ص ۵۰

۱۴۔ ایضاً، ص ۵۴

۱۵۔ محمد سلیم، ڈاکٹر، قیام پاکستان کے بعد حکمرانوں اور سیاست دانوں کی منتخب آپ بیتیاں (تحقیق و تنقید)، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، پشاور: قرطبہ یونی ورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی حیات آباد، ۲۰۱۷ء ص ۱۴

۱۶۔ شہلا اقبال، حافظہ، اردو میں خواتین کی ادبی خود نوشتیں (۱۹۴۷ تا حال)، غیر مطبوعہ تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی (اردو)، ملتان: بہاءالدین زکریا یونی ورسٹی، ۲۰۱۷ء، ص ۱۴

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۷۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۷۵

۱۹۔ ایضاً، ص ۲۷۶

References in Roman Script:

1. Muhammad Safdar Rana, Autobiographies of Urdu poets and writers (up to 1990). In the light of research and criticism, Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Multan: Bahauddin Zakaria University, 2003, P. 24
2. Ibid, P. 275
3. Salman Ali, A Study of Selected Urdu Autobiographies (with Special Reference to Kharq Adaat Events), Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Peshawar: Qurutbah University, 2006, P. 1
4. Ibid, P. 2-3
5. Syed Abdullah, Dr., Autobiography, included Naqoosh Autobiography number, Editor Muhammad Tufail,1964, P. 61
6. Salman Ali, A Study of Selected Urdu Autobiographies (with Special Reference to Kharq Adaat Events), Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Peshawar: Qurutbah University, 2006, P. 53
7. Athar Qasim, Autobiographies of Urdu Literature: A Research and Critical Review, Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Islamabad: National University of Modern Languages, 2007, P.28
8. Athar Qasim, Interview through Telephone, From: Rehman Sarwar (Researcher), 22nd November 2021
9. Athar Qasim, Autobiographies of Urdu Literature: A Research and Critical Review, Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Islamabad: National University of Modern Languages, 2007, P. iii
10. Muhammad Naushad Alam, Urdu Autobiography After Independence, Delhi: Arisha Publications, 2011, P. Footnote
11. Shahana Marium Shan, Urdu Research in Indian Universities, Dehli: Educational Publishing House,2012, P. 142
12. Muhammad Naushad Alam, Dr., Email to Rehman Sarwar (Researcher), 20th November 2021
13. Musrat Bano, Dr., Historical and Cultural Consciousness in the Poems and Memoirs of Pakistani Writers (1947 to Present), Unpublished Thesis for PhD (Urdu), University of Sargodha, 2016, P. 50

14. Ibid, P. 54
15. Muhammad Salim, Dr., Selected Autobiographies of Rulers and Politicians after the Creation of Pakistan (Research and Criticism), Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Peshawar: Qurutbah University of Science and Information Technology, Hayatabad, 2017, P. 14
16. Shehla Iqbal, Literary Autobiographies of Women in Urdu(1947-present), Unpublished Thesis for PhD (Urdu), Multan: Bahauddin Zakaria University,2017, P. 14
17. Ibid, P. 271
18. Ibid, P. 275
19. Ibid, P. 276

Dr. Rehman Sarwar Bajwa received the Ph.D. degree in Urdu and is currently serving at the Department of Urdu, Islamia University of Bahawalpur, Pakistan as a lecturer. He has authored and presented over 05 publications in different journals and conferences. He has a strong interest in the field of Urdu fiction and Urdu research & editing.